بسم اللہ الرحمن الرحیم

چنبے دی بوٹی

اسم اللہ ذات

تمام حمد وثناء رب تعالےٰ کیلئے جس نے حضرت انسان کے سینے کو اپنا جلوہ گاہ بنا کر شرف عطا فرمایا ۔بے شمار درود وسلام ہو سیدنا ومولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جن کے وسیلے سے قیامت تک آفتاب معرفت کو جگمگایا اور سلام ہو شیخنا وسیدنا حضرت پیر محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؓ پر جو تمام سلاسل طریقت ورموز کے منبع اور سالکان وطالبان راہ حق کے مرشد اکمل ہیں۔

اس رسالہ کا نام "چنبے دی بوٹی" سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہوؒ کے عارفانہ کلام "الف اللہ چنبے دی بوٹی من میرے وچ مرشد لائی ھو" سے لیا گیا ہے اس بیت میں آپ نے ذکر اللہ کی اہمیت حصول اور طریقہ ذکر کی وضاحت کرتے ہوئے اسے "چنبے دی بوٹی" سے تشبیہ دی۔

ذکر اللہ چونکہ فرض ہے اور اس کا حکم قرآن واحادیث میں بار بار دیا گیا ہے جبکہ "اللہ" اور "ھو" اللہ کے ذاتی اسماء مبارک ہیں اور باقی تمام اسماء مبارک صفاتی ہیں

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لاندا ھو

آپ ایک سو چالیس کتب تصانیف میں اسم اللہ ذات کی شان بیان فرمائی آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ "سن توریت ،زبور، انجیل اور ام الکتب یعنی فرقان یہ چاروں کتابیں محض اسم "اللہ" کی شرح ہیں اسم اللہ کیا ہے "اسم اللہ" عین ذات پاک ہے جو بے چون وبے چگون اور بے شبہ وبے نمون ہے اور جس کی شان میں آیا ہے قل ھواللہ احد۔

یاد رکھ کہ جب حق سبحانہٗ تعالےٰ نے خود کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی ذات سے اسم "اللہ" کو ظاہر فرمایا جس سے نور محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ظاہر ہوگیا اور جب اپنی ہی قدرت توحید سے نور محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس

آئینے میں دیکھا تو دیکھتے ہی خود پر مائل و مشتاق و عاشق و دیوانہ ہو گیا اور رب الارباب حبیب اللہ کا خطاب پایا اور نور محمدیؐ سے اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوقات پیدا ہوئیں (عین الفقر)

حضرت غوث اعظمؓ اسم اللہ ذات کو طفل المعنی سے تشبیہ دیتے ہیں طفل المعنی سے مراد حقیقت روحانیہ ہے۔ مثلاً ایک درخت کے بیج کے اندر موجود اس درخت کی حقیقت ''طفل المعنی'' ہے جب بیج کاشت کیا جاتا ہے تو یہی حقیقت (طفل المعنی) بالیدگی سے قد آور درخت بن جاتا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

جب کسی کے دل میں اسم اللہ ذات آجاتا ہے تو اس سے دو چیزیں پیدا ہوتی ہیں ایک نار اور دوسری نور نار سے تمام غیر تصورات و مادی محبتیں جل جاتی ہیں اور نور سے دل منور آئینہ بن جاتا ہے۔ (فتح الربانی)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب مراۃ العارفین میں فرماتے ہیں:

''اور ظاہر کیا حقیقت ازل کو حدوث (مخلوق) کے سبب اور حدوث کو قدم (اپنی ذات سے) اور مندرج ترتیب کو بکھیرا اور اس چیز کو لکھا چھپی ہوئی کتاب میں ظاہر ہونے والی سیاہی کے ساتھ جو متکلم کے باطن میں پوشیدہ تھی۔ حروف اور کلمات سے پورا اور مکمل کیا اور ان دونوں کو اس میں ثابت کیا اور نظم وضبط سے جوڑا اس تمام و کمال کو جو کتاب میں مفصل ہے فاتحہ میں رکھا اور جو کچھ فاتحہ میں درج اور پوشیدہ ہے وہ بسم اللہ میں ہے۔ یہ فاتحہ الکتاب جامع ہے واسطے ان تمام مراتب و عوالم کے جو کتاب جامع کے بیچ ہیں اسی واسطے اس کا نام ام لکتاب رکھا گیا ہے اور بسم اللہ جس کا نام ام الام ہے سو یہ بھی دو قسم میں تقسیم ہے۔ اس میں سے وہ جس کا تعلق ذات سے ہے وہ ''بسم'' ہے اور دوسری قسم جس کا تعلق صفات سے ہے وہ رحمٰن اور رحیم ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے (یعنی اللہ) سو وہ جامع ہے''۔

1) اسم اللہ ذات کی تعریف:

''اللہ'' اسم ذات ہے اور ذات سبحانی کے لیے خاص الخاص ہے علماء راسخین کا قول ہے کہ یہ اسم مبارک نہ تو مصدر ہے اور نہ مشتق۔ یعنی یہ لفظ نہ تو کسی سے بنا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی لفظ بنتا ہے اور نہ اس اسم پاک کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے اسماء مبارک کا کسی دوسری جگہ مجازاً اطلاق کیا جاتا

ہے۔گویا یہ اسم پاک اس قسم کے کسی بھی اشتراک اور اطلاق سے پاک 'منزہ ومبرا ہے۔اللہ پاک کی طرح اسم اللہ بھی احدٗ واحدٗ اور ''لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُلَدْ'' ہے۔

2)ذکراللہ کی اہمیت

ذکر اللہ کا مطلب اللہ کو یاد کرنا ہے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر نے آ کر ذکر اللہ یعنی یاد الٰہی کی دعوت دی اور جملہ آسمانی کتب اور صحائف جو انبیاء پر نازل ہوئے ان میں یاد الٰہی (ذکر اللہ) کرنے کا حکم دیا گیا جبکہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں ذکر الٰہی کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے

واذکر اللہ کثیر العلکم تفلحون (پ28 الجمعہ 10)

ترجمہ اور کثرت سے ''ذکر اللہ'' کیا کرو تاکہ تمہیں خلاصی اور چھٹکارا نصیب ہو''

ذکر اللہ فرض من قبل کل فرض (حدیث نبویؐ)

ترجمہ! تمام فرائض میں سے پہلا فرض ذکر اللہ ہے

قابل غور بات یہ ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم مخلوقات میں سے صرف انسان کو ذکر اللہ کا حکم ہوا ہے اور باقی تمام مخلوقات اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرتی ہے

ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ یسبح للہ مافی السمٰوٰت وما فی الارض (پ 28)

ترجمہ!''زمین وآسمان کے اندر جو چیز بھی ہے اللہ کے نام کی تسبیح میں مشغول ہے۔''

اسی طرح جب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو نیابت عطا فرمانا چاہی تو فرشتوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا''بے شک میں زمین میں اپنا نائب (خلیفہ) بنا رہا ہوں''تو فرشتے کہنے لگے کیا تو اس کو اپنا خلیفہ بناتا ہے جو زمین پر شر اور فساد پھیلائے گا حالانکہ ہم تیری حمد وتسبیح کرنے کیلئے کافی ہیں اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا''بے شک جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے'' یہاں عارفین کی تعلیمات کے مطابق شرف معرفت وقرب کی سرفرازی کا اشارہ ہے اس لئے جب انسان کو عالم لاہوت سے دنیائے ناسوت کے بند اندھیروں میں بھیجا گیا تو ذکر اللہ کا حکم فرمایا گویا ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا اور یاد اس کو کیا جاتا ہے جس سے محبت ہو۔جسے ایک بار دیکھا ہو پھر عرصہ گزر جائے دھیرے دھیرے اسکی محبت کم ہو جاتی ہے اور اس کو پھر سے یاد کرنے کی

ضرورت پڑتی ہے اگر اسے دوبارہ یاد نہ کیا جائے تو اس کی محبت؟ بالکل ختم ہو جاتی ہے یہی فطرت اور جبلت انسانی ہے اولیائے کاملین اور عارفین کی تعلیمات کے مطابق جسد خاکی کی تعمیر سے قبل انسان بارگاہ الٰہی میں رہا جہاں اس کا کام مشاہدہ انوار ذات اور محبت الٰہی تھا جہاں اللہ تعالےٰ نے اپنی امانت پیش فرمائی اور اس انسان نے ہی جوش محبت میں آ کر امانت قبول کی، اللہ تعالیٰ اس کی محبت کو آزمانے کیلئے اسے اسفل اسافلین بھیج دیا مخلوقات کے طبق ناسوت میں آ کر انسان اپنی حقیقت اور محبت کو بھول گیا جملہ انبیاء نے آ کر اس محبت الٰہیہ کی یاد دلائی اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے ذریعہ بندہ کو اپنی محبت یاد دلائی۔

فذکر بایام اللہ ؟

ترجمہ "اللہ تعالےٰ کے ساتھ گزارے ہوئے دنوں کو یاد کرو"

مزید ارشاد فرمایا

انا للہ و انا الیہ راجعون (البقرہ)

ترجمہ "بے شک ہم (یہاں) اللہ کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے"

یعنی انسان کو اس دنیا میں مقررہ وقت تک آزمائش کیلئے بھیجا گیا ہے جب کہ اس کا اصل مقام قرب الٰہی ہے اگر کسی انسان نے آزمائش کے اس دورانیہ میں اللہ کو یاد نہ کیا اسے بھول گیا اور گمراہ ہو گیا تو پھر اس کیلئے وہ منزل نہیں بلکہ عذاب ہے

الست بربکم سنیا دل میرے جند قالو بلیٰ کوکیندی ھو
حب وطن دی غالب ہوئی ہک پل سون نہ دیندی ھو
قہر پوے تیں تھے رہزن دنیا توں تاں حق دا راہ مریندی ھو
عاشقاں مول قبول نہ کیتی باھوؒ توڑے کر کر زاریاں روندی ھو

3) اسم اللہ ذات ہی اسم اعظم ہے

عاملین' عابدین اور زاہدین نے ہر دور میں اسم اعظم کی تلاش کی لیکن سوائے چند عارفین کے کماحقہٗ اسم اعظم نہ پا سکے یعنی کنہ تک نہ پہنچ سکے بے شک انہوں نے ذکر اللہ سے اپنے مقاصد پورے کر

لئے اور مرتبے حاصل کئے۔ لیکن یاد رہے انہوں نے جن اذکار پر عمل کیا ان تمام کا محور اسم اللہ ذات ہی ہے۔ باقی تمام اسماء اور اس کے صفاتی مداروں میں محو جستجو رہے۔ تحقیق کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے مختلف محققین نے مختلف آیات کو اسم اعظم قرار دیا۔ اس تحقیق کو بالترتیب مدرج کیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں آیہ کریمہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین. کی نسبت فرمایا یہ اسم اعظم ہے جو اس کے ساتھ دعا کرے قبول ہو۔ علماء فرماتے ہیں آیہ کریمہ قبول دعاء خصوصاً دفع بلا میں اثر تمام رکھتی ہے قال الرضا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم نہ بتادوں کہ جب وہ اس سے پکارا جائے۔ اجابت کرے اور جب اس سے سوال کیا جائے عطا فرمائے۔

- سید عالم ﷺ نے ایک شخص کو کہتے سنا اللھم انی اسئلک بانی عھدنک انت اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ٥ ارشاد فرمایا خدا کی قسم تو نے اللہ تعالیٰ سے وہ اسم اعظم لے کر سوال کیا کہ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اس سے دعا کی جاتی ہے قبول فرماتا ہے۔
- ایک حدیث میں آیا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔ الھکم الہ واحد والہ الاھوا الرحمن الرحیم اور الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم...... (رواہ ابن ابی شیبہ و ابوداؤد والترمذی)
- بعض علما یابدیع السموات والارض یا ذوالجلال والاکرام کو اسم اعظم کہتے ہیں۔ قال الرضا سری بن یحییٰ قدس سرہ بعض اولیاء سے راوی ہیں۔ دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ مجھے اسم اعظم سکھادے۔ مجھے آسمان میں ایک ستارہ نظر پڑا جس پر لکھا تھا یا بدیع السموات والارض یا ذوالجلال والاکرام.
- بعض علماء نے یا اللہ یا رحمن یا رحیم کو اسم اعظم کہا۔
- حضور اقدس ﷺ نے زید بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں دعا کرتے سنا اللھم انی

اسئلک بان لک الحمد لا الہ الا انت وحدہ لا شریک لک یا حنان یا منان یا بدیع السموات والارض یا ذوالجلال والاکرام یا حي یا قیوم......... فرمایا یہ اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس سے پکارا جائے۔ اجابت کرے اور جب مانگا جائے عطا فرمائے۔

- ایک حدیث میں ہے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں دعا کی: اللھم انی ادعوک اللہ و ادعوک الرحمن وادعوک البر الرحیم وادعوک باسمائک الحسنی کلھا ماعلمت منھا ومالم اعلم ان تغفرلی و ترحمنی. نبی ﷺ نے فرمایا۔ ان میں اسم اعظم ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔
- حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسم اعظم اللہ اللہ الذی لا الہ الا ھورب العرش العظیم ہے۔
- ابو امامہ باہلی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد و قاسم بن عبدالرحمٰن شامی کہتے ہیں اسم اعظم الحي القیوم ہے۔
- امام قاضی عیاض نے بعض علماء سے نقل فرمایا۔ اسم اعظم کلمہ توحید ہے۔
- امام فخر الدین رازی و بعض صوفیاء کرام نے کلمہ ھوکو اسم اعظم بتایا۔
- جمہور علماء فرماتے ہیں اسم اللہ ذات اسم اعظم ہے
- حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شرط یہ ہے کہ تو ''اسم اللہ ذات'' کہے اور اس وقت تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو۔
- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو ان پانچوں کلموں سے ندا کرے اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے اللہ عزوجل عطا فرمائے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شي قدیر. لا الہ الا اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ.

بعض علماء کرام نے بسم اللہ شریف کو اسم اعظم کہا۔ حضرت ابو وراق بسم اللہ کی شرح کچھ اس

کچھ اس طرح فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کی ''با'' میں چھ اسماء حسنیٰ موجود ہیں۔ باری' بصیر' بر' باعث' باسط' باقی۔ اور حرف ''س'' میں پانچ اسماء حسنیٰ موجود ہیں۔ سمیع' سید' سریع الحساب' سلام' ساتر۔ اور ''م'' میں بارہ اسماء حسنیٰ موجود ہیں۔ ملک القدوس' مالک الملک' منان' مجید' مومن' مھیمن' مقتدر' مقیت' مکرم' منعم' مفضل' مصور اور جبکہ لفظ ''اللہ'' تمام صفات کا جامع اسم ذات ہے۔ یعنی اس میں تمام اسماء حسنیٰ موجود ہیں۔

اس تمام تر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم اعظم اسم ذات ہی ہے کیونکہ ان جملہ دعاؤں اور آیات میں صفات مختلف کے ساتھ اسم ذات اللہ' للہ' لـہ' ھو موجود ہے جو اس کے اسم اعظم ہونے کی دلیل ہے۔

4) مقصد حیات اور اسم اللہ ذات

مقصد حیات ایک ایسا موضوع ہے جس پر سینکڑوں کتب و رسائل تحریر کیے جا چکے ہیں۔ پیدائش آدم سے اب تک لاکھوں ہزاروں سال بیت چکے ہیں لیکن تا حال یہ موضوع اپنی دلچسپی برقرار رکھے ہوئے ہیں کیونکہ ہر انسان کسی نہ کسی طریقے سے یہ ضرور سوچتا ہے کہ اس کی زندگی کا کیا مقصد ہے اس کی اصل کیا ہے؟ وہ کہاں سے آیا ہے؟ کیوں اور کس لئے آیا ہے؟ اور پھر یہ کہاں جائے گا؟ اس دنیا میں وہ جو اچھائی یا برائی کر رہا ہے کیا اس کی زندگی کا یہی مقصد ہے؟ اس طرح کے بے شمار سوالات ہر انسان کے اندر پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ان کے جوابات کی تلاش بھی کرتا ہے اور ہر ایک اپنی جستجو کے موافق جواب بھی پاتا ہے۔ لیکن جس نے اللہ تعالیٰ سے راہنمائی اور مہربانی چاہی اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس کی راہنمائی فرمائی بلکہ اس مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام و اولیائے کاملین کو بھیجا ہے۔

الرحمٰن فسئل بہ خبیراً (الفرقان)

''وہ رحمٰن ہے سو اس کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھ۔''

ذات حق جو اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور ہر باطن میں بھی

وَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (القرآن)

ترجمہ:۔ ''اور وہ اول بھی ہے آخر بھی اور وہ ہر ظاہر میں بھی ہے اور ہر باطن میں بھی''۔

اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ میری پہچان ہو تو مخلوق کو پیدا فرما کر اپنے آپ کو ظاہر فرمایا۔

کنت کنزا مخفیا فاردت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف (حدیث قدسی)

ترجمہ:۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو پس میں نے اپنی پہچان کیلئے مخلوق کو پیدا فرمایا۔"

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی مشہور زمانہ کتاب" مراۃ العارفین" میں بیان فرماتے ہیں کہ:۔ "سو پاک ہے وہ ذات جس نے مقرر کیا ہر نفس کو ساتھ فیض کے جو پاک اور قدیم ہے اور پیدا کیا موجود چیزوں کو ساتھ فیض مقدس اور مقدم کے اور ظاہر کیا قدم کو بسبب حدوث کے اور حدوث کو بسبب قدم کے اور منتشر کیا جھلی کھلی ہوئی کو اور لکھا کتاب مسطور میں۔ساتھ سیاہی وجود ظاہر ہونے والی کے اس چیز کو کہ پوشیدہ تھی بیچ باطن متکلم کے حروف اور کلمات تامہ سے اور پورا کیا اور ثابت کیا ان دونوں کو اس میں اور لکھا اور مرتب کیا اُن دونوں کو اور جوڑا۔ اور کامل کیا اُن کو اور تمام کیا" (مراۃ العارفین)

حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:۔ "کیا تو جانتا ہے؟ کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا (کہ اس کی پہچان ہو) تو خود سے اسم ذات جدا کیا اور اس سے نورِ محمد ﷺ کا ظہور ہوا اور اپنی قدرت توحید کے آئینہ (نور محمدؐ) میں دیکھا تو نورِ محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے ہی اپنے آپ پر مشتاق و مائل و عاشق و فریفتہ ہوا اور اپنی بارگاہ میں رب الارباب کا خطاب پایا۔ اور نورِ محمد رسول اللہ ﷺ سے اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوق پیدا ہوئی۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

لو لاک لما اظہرت الربوبیۃ۔

ترجمہ:۔ "اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔" (عین الفقر)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَکُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُوْرِ یO

ترجمہ: "میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔"

انسان کی تخلیق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنه سميع بصيراً.

ترجمہ:۔ ''بے شک ہم نے انسان کو دو اجسام کو ملا کر پیدا کیا تاکہ اس کی آزمائش کی جائے پس اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔''

اس آیت کی تفسیر میں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ انسان کے دو وجود ہیں ایک کو مٹی اور پانی سے ثقیل اور پُرکثافت اور دوسرے کو نور پاکیزہ روحانی لطیف پیدا فرمایا۔ چونکہ مادی سفلی جسم کی تخلیق مٹی سے ہوئی اس کا تعلق عالم خلق سے ہے اور اس کی خوراک وضروریات' خواہشات بھی خلق سے متعلق ہیں۔ جہاں اس کا بندوبست بھی کیا گیا ہے۔

وما من دابة في الارض الا على الله رزقها.

ترجمہ:''زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی روزی اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو'' جبکہ دوسرا روحانی لطیف جسم ہے جس کا تعلق عالم ارواح (عالم لاہوت) سے ہے اور اس کی خوراک ضرورت اور طلب بھی اسی کے متعلق ہے۔

و في السماء رزقكم وما توعدون ۔

ترجمہ:۔''اور تمہاری روزی آسمانوں میں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا''

اور یہی (روحانی جسم) اصل میں حقیقی انسان ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے قرب تجلی خاص میں رہ کر چار ہزار سال کا عرصہ گذارا جہاں ذکر اسم ذات اور انوار ذات اس کی خوراک تھی پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

الست بربكم .

ترجمہ:۔''کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں ہوں؟'' تو تمام ارواح نے جواب دیا۔

قالو بلىٰ۔ ترجمہ:۔''ہاں کیوں نہیں؟''

اس سوال وجواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک بھاری امانت تمام ارواح کے سامنے پیش فرمائی۔

انا عرضنا الامانة على السموت والارض الجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها

وحملها الانسان ط انہٗ کان ظلوماً جھولا ۔ (22/2 سورۃ الاحزاب)

ترجمہ:۔ ’’بے شک ہم نے آسمانوں پر، زمین پر اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش فرمائی تمام چیزیں اس بوجھ کو اٹھانے سے عاجز آ گئیں اور ڈر گئیں اور انسان نے اس بوجھ کو اٹھالیا بے شک یہ (اپنے نفس کیلئے) بڑا ظالم اور نادان ہے۔‘‘

حضرت سخی سلطان باھُوؒ صاحب فرماتے ہیں کہ:۔ ’’یہ امانت اسم اللہ ذات تھی۔‘‘

انسان نے جب اس امانت کو قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے پاک پردوں میں لپیٹ کر انسان کے دل میں رکھ دیا اور انسان کو خاکی جسم عطا کر کے آزمائش کیلئے لاہوت سے جبروت و ملکوت کی سیر کرا کر ناسوت (نچلے طبق) کے امتحان میں بھیج دیا (ثم اردد نا اسفل سافلین) کہ کون ہے جو نفس شیطان اور دنیا کے دارالامتحان سے اپنی امانت باسلامت لوٹاتا ہے۔ سلطان العارفین اسے پنجابی عارفانہ کلام میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

کن فیکون جدوں فرمایا اساں وی کولے ہاسے ھو
اکے ذات رب دی آہی اکے جگ وچ ڈھونڈ رہاسے ھو
اکے لامکاں مکان اساڈا اکے آن بتاں وچ پھاسے ھو
نفس پلید پلیدی کیتی باھُوؒ کوئی اصل پلید ناسے ھو

انسان کے باطنی جملہ مراحل و منازل کو حدیث پاک میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے ان فی الجسد مضغۃ و مضغۃ فی قلب و قلب فی فواد و فواد فی الروح و الروح فی سر و سر فی الخفی و الخفی فی الانا ۔ ترجمہ:۔ ’’انسان کے اندر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جو قلب میں ہے اور قلب فواد میں ہے اور فواد روح میں ہے اور روح سر میں ہے اور سر خفی میں ہے اور خفی انا میں ہے۔‘‘

گویا انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے جتنے بھی پردے عبد و معبود کے درمیان حائل ہیں ختم کر کے مقام عین العیان حاصل کرے۔

’’عین و عین تھیوسے باھُوؒ سر وحدت سبحانی ھُو‘‘

چونکہ نفس امارہ،لوامہ اور ملہمہ ان تینوں نفوس وعوالم کو دنیا کہا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان پردہ ہے۔ الدنیا حجاب بین اللہ وبین العبد .

ترجمہ:۔''دنیا ہی بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ ہے۔''

علامہ اقبال صاحبؒ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر تو حقیقت تک پہنچنا چاہتا ہے اور راز زندگی سے آگاہ ہونا چاہتا ہے تو اپنے اندر غور کر:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

دین کے معنی بھی یہی ہیں کہ''جوہر انسان کی شناخت اور اس کی تکمیل یعنی مرتبہ انسان کی پہچان اور اس کے حصول کا نام دین ہے دوسرے الفاظ میں خودشناسی وخودبینی وخودبانی کا نام دین ہے۔

دین چیست ؟ دریافتن اسرار خویش
زندگی مرگ است بے دیدار خویش

ترجمہ:۔دین کیا ہے؟ دین اپنے اندر(دل) سے راز کو پالینا ہے اپنے دل سے اس راز کو نہ پانا زندگی نہیں بلکہ موت ہے۔

اپنے اندر جھانکنے اور مطلب ومقصد پانے اور دل سے جملہ خزانے حاصل کرنے کیلئے حضرت سخی سلطان باھو صاحبؒ اسمِ اللہ ذات کو دل کی کنجی قرار دیتے ہیں اور اسمِ اللہ ذات ہی سے دل کے میل و کدورت کو صاف کر کے مراۃ الرحمن بنایا جاسکتا ہے اس لئے آپؒ نے اپنی تمام تر تعلیمات اور تصنیفات میں اسمِ اللہ ذات کے ذکر وتصور پر زور دیا اور اسی کو دل پر نقش کرنے کا حکم فرمایا۔

''اسمِ اللہ ذات کو باطنی تفکر سے دل پر لکھے جب یہ اسم بکثرت لکھا جائے گا تو دل ایسا زندہ ہو جائے گا کہ پھر کبھی نہ مرے گا۔''(کلید جنت)

''اسمِ اللہ ذات تلقین بالیقین اور یقین باتلقین ہے تلقین سے توکل حاصل ہوتا ہے اور یقین سے یگانگت حق۔''(تیغ برہنہ)

''علم حضوری کا پہلا قاعدہ اسمِ اللہ ذات کا تصور ہے۔'' (اورنگ شاہی)

''جب انسان آنکھ بند کر کے اسمِ اللہ ذات کا تصور کرتا ہے تو باطن میں دارالفناء سے پرواز کر کے دارالبقاء میں اس طرح پہنچتا ہے کہ گویا جان کنی کی حالت اس پر طاری ہوتی ہے۔ (کلید جنت)

اس لئے مقصدِ حیات کی تکمیل کیلئے بندہ پہلی فرصت میں ایسے کامل مرشد کی تلاش کر کے جو اسمِ اللہ ذات کی کنجی عطا کر کے اسے اپنی پہچان کرائے اور معرفت و قرب وحضوری میں لے جا کر فناء فی اللہ و بقاء باللہ کے مراتب تک پہنچاوے۔

گویا اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کو دل میں بسانا اور ان کا دیدار کرنا' خلافت و نیابت و کرامت کا تاج پہننا'' تخلقو ا باخلاق اللہ'' (اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ) سے متخلق ہونا معرفت قرب ووصال حاصل کرنا اور کرانا انسان کی زندگی کا مقصد ہے اس لئے جب یہ معرفت کو پالیتا ہے تو اس کے مطلب کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون''

ترجمہ:۔اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت (معرفت و پہچان) کیلئے پیدا فرمایا۔''

5) اللہ تعالیٰ کو کس اسم سے یاد کیا جائے

ذکر للہ کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھنے کے ساتھ یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرآن واحادیث میں اٹھاون اسماء صفات اور ایک اسم ذاتی ہے اب ان جملہ اسماء میں سے کس اسم سے اس ذات پاک کو پکارا جائے۔ تو اس کی وضاحت قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرما دی ہے۔ واذ کر اسم ربک بکرۃ واصیلا

ترجمہ''اور اپنے رب کے اسم کا ذکر صبح وشام کرو''

یہاں رب بھی اسی کا اسم ہے لیکن فرمایا'' اپنے رب کے اسم کا ذکر کرو'' کیونکہ رب اسماء صفات میں سے ہے جبکہ اس کا ذاتی اسم'' اَللّٰہُ '' ہے یعنی یہاں ذاتی اسم کے ذکر کا حکم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبیؐ پر نزول قرآن کی پہلی آیت مبارکہ میں بھی ذاتی اسم کے ذکر کا حکم فرمایا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ

ترجمہ ۔''اپنے رب کے اسم سے پڑھ جس نے پیدا کیا''

اولیائے کاملین فرماتے ہیں طالب حق وہ ہے جو وہ اسم ذات ہی طلب کرتا ہے اس کے علاوہ نہ وہ کسی چیز کو طلب کرتا ہے اور نہ کسی کی یاد کرتا ہے۔

حضور علیہ صلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا **طلب الخیر طلب اللہ و ذکر الخیر ذکر اللہ**

ترجمہ۔ ''سب سے بہترین طلب اللہ کی طلب ہے اور سب سے بہترین ذکر اللہ کا ذکر ہے

شہباز عارفاں سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان سید محمد بہادر علی شاہؒ صاحب فرماتے ہیں۔

صفات حجاب ہن ذات خدا تے

بھل جاون بے مرشد باتے

جملہ صفات ذات سے ظہور پذیر ہوتی ہیں اگر ذات موجود نہ ہو تو صفات بے معنی ہیں اگر کسی نے کسی اسم صفت کا ذکر کیا اگرچہ اس صفت سے وہ متصف بھی ہو جائے وہ دائرہ صفات یعنی مقامات و درجات میں گم ہے وہ ذات تک نہیں پہنچا اس لئے آپ نے فرمایا صفات گویا ذات پر مثل حجاب ہیں اس لئے بندہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی اسم سے پکارے کیونکہ اسم ذات جملہ صفات کا مجموعہ ہے۔

بندہ جب اللہ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اس میں تمام اسمائے صفات بھی آ جاتے ہیں گویا وہ ایک نام لے کر اسے محض ایک نام سے نہیں معناً تمام اسمائے صفات کے ساتھ پکار لیتا ہے یہی اس اسم کی خصوصیات ہیں جو کسی اور اسم میں نہیں ہے۔ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اس نکتہ کی وضاحت بہت خوبصورت الفاظ میں کی ہے:

''بے شک جب تو نے اللہ تعالیٰ کو صفت رحمت کے ساتھ پکارا یعنی رحمٰن یا رحیم کہا تو اس صورت میں تو نے صفت رحمت کا ذکر کیا صفت قہر کا نہیں یونہی صفت علم کے ساتھ یا علیم کہہ کر پکارا تو صرف صفت علم کا ذکر کیا صفت قدرت کا نہیں لیکن جب تو نے یا اللہ کہا تو گویا تمام صفات کے ساتھ اسے پکار لیا کیونکہ الہ ہوتا ہی وہ ہے جو تمام صفات سے متصف ہو۔ (تفسیر کبیر۔ ۱-۸۵)

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ۔ (یوسف)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اسی صفت سے تمہاری طرف تجلی فرماتا ہے جس صفت سے تم اسے یاد کرتے ہو''۔

انسان کے اندر اسم اللہ ذات اور اسماء صفات کی استعداد روزِ ازل سے فطرتی طور پر بالقویٰ موجود ہے۔ لہٰذا انسان جس اسم اور جس صفت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اپنے اندر اسی اسم اور اسی صفت کی استعداد کو بالفعل جاری کرتا ہے۔ اسی کو اپنے اندر نمودار کرتا ہے اور اسی کا نور اس کے دل میں چمکتا ہے۔ مثلاً بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اسم ''رحمٰن'' سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی صفت رحمٰن کی تجلی فرماتا ہے اور اسم رحمٰن کا نور ذاکر کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو صفت رحمانیہ تمام کائنات میں جاری و نافذ ہے اور جس کی وجہ سے تمام مخلوق کے درمیان رحم و شفقت قائم ہے۔ وہ اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور انفس و آفاق میں اسم رحمٰن کے عمل کا عامل بن جاتا ہے۔ اسی طرح بندہ جب اللہ تعالیٰ کے اسم ''سمیع'' یا اسم ''بصیر'' کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات ''سمیع و بصیر'' سے اپنی استعداد کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔ اور اسے ظاہری حواس کی سماعت و بصارت کے علاوہ باطنی حواس کی سماعت و بصارت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ جن سے وہ ان سنی باتیں بذریعہ الہام سنتا ہے اور ان دیکھے باطنی مقامات اور غیبی روحانی واقعات دیکھتا ہے۔ اسی طرح تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے۔ لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی نام یعنی اسم اللہ ذات سے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات (جو اُس کی تمام صفات و اسماء کی جامع ہے) سے اس کی طرف تجلی فرماتا ہے جس سے ذاکر اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کا اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے، مشاہدے اور دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور ذاکر کا وجود اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار (جو تمام صفات کی جامع ہیں) سے منور ہو جاتا ہے۔ (عرفان حصہ اول)

اسم اللہ ذات اپنے مسمی ہی کی طرح یکتا، بے مثل اور اپنی حیرت انگیز معنویت و کمال کی وجہ سے ایک منفرد اسم ہے۔ اس اسم کی لفظی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے حروف کو بتدریج علیحدہ کر دیا جائے تو پھر بھی اس کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور ہر صورت میں اسم ''اللہ ذات'' ہی رہتا ہے۔

اسم ذات اللہ کے شروع سے پہلا حرف "ا" ہٹا دیں تو لـلـہ رہ جاتا ہے اور اس کے معنی ہیں "اللہ کے لئے" اور یہ بھی اسم ذات ہے قرآن مجید میں ہے۔

لِـلّٰـهِ مَـافِيْ السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ ترجمہ: "اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے"۔

اور اگر اس اسم پاک کا پہلا "ل" ہٹا دیں تو "لـــہ" رہ جاتا ہے اور جس کے معنی ہیں "اس کے لئے" اور یہ بھی اسم ذات ہے۔ جیسے ارشاد ربانی ہے:۔

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْر

ترجمہ: "اسی کے لیے بادشاہت اور حمد وستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اور اگر دوسرا "ل" بھی ہٹا دیں تو "ھو" رہ جاتا ہے اور یہ اسم ضمیر ہے اور اس کے معنی ہیں وہ اور یہ بھی اسم ذات ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُو ٥

ترجمہ: "وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ"۔

قرآن مجید میں ہے:

"اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (پ۱۸۔النور۔۳۵)

ترجمہ: "اللہ (اسم اللہ ذات) زمین وآسمان کا نور ہے"۔

اسی نور سے کل مخلوقات نے ظہور پایا اور یہی نور تمام مخلوقات کا رزق بنا۔ (مجالسۃ النبی)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "فی کل شیء اسم من اسمائہ تعالیٰ و اسم کل شیء من اسمہ" ترجمہ: ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور ہر چیز کے اسم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے اسم ذات سے ہے"۔

6) امانت الٰہیہ

فرمان حق تعالےٰ ہے۔ "بے شک ہم نے اپنی امانت پیش کی آسمانوں، زمین پر اور پہاڑوں پر سب نے

اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھالیا، بے شک وہ اپنے نفس کیلئے ظالم اور نادان ہے۔''

امانت الٰہیہ کے واقعہ کو قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مگر اس کے باوجود اکثریت میں لوگ اسے واقعہ تسلیم نہیں کرتے۔ جو لوگ تسلیم ہیں وہ اپنی بات پر متفق نہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے امانت الٰہیہ سے مراد اختیارات ہیں جو اسے دیے گئے ہیں۔ کچھ کا خیال ہے کہ اس سے مراد انسان کا شرف اور بزرگی ہے اسی طرح کچھ لوگ قرآن مجید کو امانت الٰہیہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ان سب کیلئے قرآن پاک کی اسی آیت میں جواب موجود ہے کہ امانت الٰہیہ کا بوجھ کسی نے نہیں اٹھایا مگر انسان نے اسے قبول کرلیا اور وہ اپنے نفس کیلئے ظالم اور جاہل ہے اگر امانت الٰہیہ سے مراد اختیارات شرف و بزرگی یا قرآن مجید ہے تو یہ چیز عطا سے ملتی ہے اس میں انکار و قبول کی بات ہی نہیں رہ جاتی جب کہ امانت الٰہیہ کو باقی تمام چیزوں کے انکار پر صرف انسان نے قبول کیا انسان کے اس فیصلے پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ''یہ اپنے نفس کیلئے ظالم اور جاہل ہے۔'' اولیائے کاملین و عارفین کی تعلیمات کے مطابق امانت الٰہیہ سے مراد ''اسم اللہ ذات'' ہے اسم اللہ ذات کے انوار و تجلیات کو برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے کسی نے قبول نہیں کیا جب کہ انسان جو کہ ذات الٰہیہ کے انوار سے پل رہا تھا اس نے محبت میں آکر اس امانت کو قبول کرلیا۔ انسان نے جب امانت الٰہیہ قبول کرلی عشق کا دم بھر لیا تو اللہ تعالےٰ نے اس محبت و عشق کو آزمانے کیلئے خانہ ظلمت یعنی دنیا میں بھیج دیا اور ارشاد فرمایا۔ **اوف بعھدی اوف بعھدکم**

ترجمہ ''تم میرا وعدہ پورا کرو اور میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا''

یعنی تم میری امانت کی حفاظت کرو میری محبت کو بھول نہ جاؤ تو میں بھی مشاہدہ انوار ذات و تجلیات سے تمہیں محروم نہیں کروں گا

7) صراط مستقیم :

اس وقت پورے عالم میں لوگ ذہنی انتشار کا شکار ہیں ہر طرف سے جدید میڈیا کے ذریعہ نظریات و تعلیمات کی یلغار کی جارہی ہے بلکہ المیہ یہ ہے کہ ہر فرقہ یا طبقہ فکر اپنی تعلیم و تبلیغ کو صراط مستقیم بتاتا

ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے صراط مستقیم کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ **ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم** (پ4العمران 101)

ترجمہ ''اور جو شخص اللہ کو یعنی (اسم اللہ ذات) کو پکڑ لیتا ہے پس تحقیق وہ سیدھے راہ کی طرف ہدایت پا جاتا ہے''

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہو رہا ہے کہ ہر مسلمان نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا مانگتا ہے کہ **اھدنا الصراط المستقیم** یا اللہ ہمیں صراط مستقیم (سیدھے راستے) کی ہدایت عطا فرما۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایک انسان جو کلمہ پڑھ لینے کے بعد نماز ادا کر رہا ہے ابھی سیدھے راستے پر نہیں ہے۔ اولیائے کاملین کی تعلیمات کے مطابق اسم اللہ ذات کا ذکر ہی صراط مستقیم ہے۔ کیونکہ شیطان صراط مستقیم سے روکنے والا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے **لاقعدن لھم صراتک المستقیم** (سورۃ الاعراف)

ترجمہ: '' مجھے قسم ہے تیری ذات کی کہ میں ان کو صراط مستقیم سے روکوں گا۔

مزید فرمان حق تعالیٰ ہے **استحوذ علیھم الشیطن فانسٰھم ذکر اللہ**

ترجمہ: ''جب شیطان ان پر غالب آ گیا تو ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا''

حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جو ذکر کرتا ہے وہ زندہ اور جو ذکر نہیں کرتا وہ مردہ کی مثل ہے۔''

تو معلوم ہوا کہ سارا دارومدار ذکر اللہ پر ہے اور یہی صراط مستقیم ہے اس بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ **وان ھذا صراطی مستقیما فاطبعو السبل فتفرق بکم عن سبیلہ**

ترجمہ: '' بے یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو اور دوسری راہوں کہ یہ تمہیں اس سیدھی راہ سے جدا کر دیں گے۔

گویا اسم اللہ ذات کا ذکر و تصور ہی صراط مستقیم ہے اس کیلئے تمام اعمال کا حکم دیا گیا ہے اور فرائض فرض کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ نماز کے بارے میں حکم کیا گیا کہ

واقم الصلوۃ لذکری (سورۃ طٰحہ) ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو میرے ذکر کیلئے''

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’پس جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور کروٹ کے بل، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو‘‘

ذکر وتصور اسم اللہ ذات

تمام شرعی احکام جملہ عبادات اور ذکر واذکار سے یہی ثابت ہے کہ اس ذات واحد کا ہمہ وقت ذکر و حمد و ثناء بیان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ذکر کے متعلق بے شمار جگہ قرآن پاک میں ترغیب دی اور ذکر اللہ کا حکم فرمایا۔

۱۔ زمین و آسمان کے اندر جو چیز بھی ہے وہ اللہ کے نام کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ (التغابن)

۲۔ خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے‘‘ (الرعد)

۳۔ اور کثرت سے اللہ پاک کا ذکر کرو تاکہ تم (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو جاؤ‘‘

۴۔ جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرتا ہے اس کی روزی (مراد روح کی غذا) تنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے روز اسے اندھا کر کے اٹھایا جائے گا‘‘ (طٰہٰ)

۵۔ ’’پس آپ اس شخص سے اپنی توجہ ہٹا لیں جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اس نے محض دنیا کی زندگی کو ہی اپنا مقصود بنایا یہی اس نادان کے علم کی پہنچ ہے‘‘ (النجم)

۶۔ ’’تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا‘‘

۷۔ ’’اپنی نمازوں اور وسطی نماز (قلبی ذکر اللہ) کی حفاظت کرو‘‘۔ (البقرہ)

۸۔ ’’جس نے اسم اللہ ذات کو پکڑ لیا وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا‘‘۔ (القرآن)

۹۔ ’’ان پر شیطان غالب آ گیا اور انہیں ذکر اللہ بھلا دیا‘‘۔ (المجادلہ)

۱۰۔ ’’پس جب تم مناسک حج ادا کر چکو تو اسم اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے اباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے ہو شدت سے‘‘۔ (البقرہ)

۱۱۔ ’’پس جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور کروٹوں کے بل لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو‘‘ (النساء)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

ا۔''جس نے وقتی فرض ادا کیا مگر دائی (قلبی ذکر اللہ) فرض ادا نہ کیا اس کا وقتی فرض قبول نہیں ہوگا''

۲۔''اہل جنت کو کوئی حسرت نہیں ہوگی سوائے اس گھڑی کے جس میں انہوں نے ذکر اللہ نہیں کیا ہوگا۔''

۳۔''ہر چیز کو صاف کرنے کے کیلئے کوئی نہ کوئی آلہ ہے اور دل کو صاف کرنے کا آلہ ذکر اللہ ہے۔''

۴۔''مومن کا دل رحمٰن کا آئینہ ہے ''۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''نہ میں زمین میں سماتا ہوں اور نہ آسمانوں میں لیکن بندہ مومن کے دل میں سماجاتا ہوں''۔

مزید فرمایا۔''جب کوئی میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے دو ہونٹوں کے درمیان ہوتا ہوں''۔ بلکہ مزید فرمایا۔ جب کوئی میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کا ہم مجلس ہوتا ہوں۔

اسم اللہ کا تصور:

خیال' گمان' فکر' سوچ اور خواب و مراقبہ یہ سب تصور ہی ہیں۔جس طرح موجودات کے علاوہ دیگر عوالم کو ہمارے حواس خمسہ محسوس نہیں کر سکتے لیکن ان کی حقیقت و موجودگی بجا ہے۔اسی طرح ہر آدمی کے قلب و باطن' ذہن و دماغ میں بھی تصور کی ایک دنیا قائم ہے جو ان عوالم کی طرح عین العیان حقیقت ہے لیکن حواس خمسہ سے محسوس نہیں ہوتی علم منطق جو جدید سائنس سے قبل تحقیق و سائنسی علم تھا کے مطابق ہر چیز کے چار وجود ہیں مثلاً قرآن مجید جسے دیکھتے اور پڑھتے ہیں کئی اوراق پر مشتمل ایک کتاب ہے۔اس کے وزن اور حجم کو محسوس کرتے ہیں۔یہ اس قرآن کا ایک وجود ہے۔جب قرآن مجید ہمارے سامنے نہیں ہوتا ہم صرف زبان سے لفظ''قرآن مجید'' بولتے ہیں اس لفظ کی ادائیگی میں جو مخصوص آواز نکلتی ہے یہ آواز بھی اسکا ایک وجود ہے۔اس نام سے جو تصویر ہمارے دل میں نقش ہے جسے ہم آنکھیں بند کر کے بھی دیکھ سکتے ہیں یہ روشن تصویر بھی اس ہی کا ایک وجود ہے جب قرآن مجید لکھا جاتا ہے تو یہ صورتاً یا لفظاً تحریر بھی اس ہی کا ایک وجود ہے۔یعنی مادہ کی صورت میں' یہ چاروں اجسام قرآن مجید کے ہی ہیں لیکن جدید سائنس نے آواز اور تحریر کو آلات کی مدد سے ترقی دی اور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں تقسیم کر دیا۔الیکٹرانک میڈیا

یعنی ٹیلی ویژن، ریڈیو اور وائرلیس سے بہت ساری آوازیں، تصاویر یا الفاظ جو ہماری پہنچ سے دور تھے سنے اور دیکھے جانے لگے جس سے ہمارے خیال ترقی پا گئے قرآن وحدیث میں ان چاروں صورتوں میں سے فکر وتصور پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

''کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے'' (القران)

اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے (القران)

''بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے اعمال کو بلکہ وہ تمہاری نیتوں اور دلوں کو دیکھتا ہے۔'' (الحدیث)

مزید فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ''عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔''

فرمان حق تعالیٰ ہے۔ ''ان کے دلوں پر ایمان لکھ دیا۔'' (القران)

''مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے'' (حدیث نبوی ﷺ)

ترجمہ: ''کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو الہ بنالیا ہے (القران)

ایسی بے شمار آیات واحادیث موجود ہیں جن میں قلب وباطن کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور چاروں صورتوں میں سے اسی صورت تخیل وتصور کے اندر ایمان ٹھہرایا گیا ہے اور شیطان لعین بھی اسی باطنی تصور وتخیل میں وسوسے چھوڑتا ہے ترجمہ: ''وہ لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے'' (سورۃ الناس)

حضورؐ نے اس قلب وباطن کو برتن کی مثال دی اور فرمایا ''جو چیز برتن میں موجود ہوتی ہے وہی باہر آتی ہے۔'' دوسری جگہ فرمایا ''آدمی کے جسم میں گوشت کا لوتھڑا ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو سمجھو سارا جسم ٹھیک ہے اگر یہ بگڑ گیا تو سمجھو سارا جسم بگڑ گیا جان لو کہ وہ دل ہے۔''

قلب وباطن کی اس قدر اہمیت کے باوجود یہ بات تسلیم ہے کہ دل میں کوئی مادہ، آواز یا الفاظ وصورت تحریر موجود نہیں فقط گمان، خیالات تصورات، تفکرات اور نظریے موجود ہیں ان تمام تصورات کی نفی ''لاالہ'' کر کے ایک ذات واحد ''الا اللہ'' کا تصور دل میں قائم کرنا انسان کی زندگی کا مقصد ہے پھر یہ بھی عین حقیقت ہے کہ جس چیز کو فنا ہے اس تصور بھی فانی اور غیر حقیقی ہے جبکہ تمام مخلوقات فانی مگر اللہ تعالیٰ کی

ذات باقی ہے۔اس لئے عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنے دل کو غیر ماسوا اللہ سے پاک کرتا ہے غیر محبتوں کو کدورت سمجھتے ہوئے ان کے تصوراتی بتوں کو توڑتا ہے لیکن اب وہ اللہ جو بے مثل و بے جسم ہے اس کا تصور کیسے کرے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔"پس اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے (القران)

جب اہل ذکر سے پوچھا جاتا ہے تو وہ اسم اللہ ذات کا قلبی ذکر و تصور کی مرقوم مشق بتاتے ہیں۔

الف :اللہ چنبے دی بوٹی مرشد میرے من وچ لائی ھو

پھر اس تصور میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔اندر بھی ھوتے باہر ھو باھوؒ کتھے لبھیوے ھو

ہر طرف اپنے تصور و تفکر سے اسم اللہ ذات دیکھتے ہیں یعنی جو تصور باطن میں ہوتا ہے اسے تصور واوہام میں ظاہراً دیکھتے ہیں۔

طریقہ ذکر:

اسم اللہ کا ذکر مختلف لوگ مختلف طریقے سے کرتے ہیں اور اپنے اپنے انداز اور نیت کے موافق فوائد حاصل کرتے ہیں لیکن اسم اللہ ذات کی کنہہ کو سمجھنا اور اس سے مقصود حیات کو حاصل کرنا کسی کسی کے نصیب میں ہوتا ہے۔مثلاً بعض لوگ ذکر بالجہر (بلند آواز) میں رطب اللسان ہوتے ہیں اور بعض لوگ حبس دم سے ذکر کرتے ہیں اس طریقے سے دم گھٹنے سے چہرے کا رنگ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں بعض لوگ اسم اللہ کا ذکر خفی آواز سے کرتے ہیں اور بعض پاس انفاس کے مخصوص طریقے سے ذکر کرتے ہیں اس طریقے میں سانس میں شدت پیدا ہوتی ہے اور اور منہ بند ہوتا ہے اور سانس کی حرکت سے ہی اس ذکر کی آواز سنی جا سکتی ہے۔

یہ طریقہ بھی حبس دم کی طرح قدرے مشکل ہے۔ان تمام طریقوں پر کوئی بھی آدمی چوبیس گھنٹے مسلسل عامل نہیں ہو سکتا یعنی ذکر جاری نہیں رکھ سکتا جب کہ اس کی کنہ و حقیقت کو پانے کے لئے لازم ہے کہ مسلسل تا زندگی ہر سانس کے ساتھ ذکر کیا جائے دل سے غیر تصورات مٹا کر اسی کا تصور قائم کیا جائے اس طریقہ کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی۔"اپنے رب کا ذکر اپنے سانسوں میں خفیہ طریقے سے، خاموشی اور عاجزی کے ساتھ کرو اور صبح و شام کرو اور غافلین میں سے مت بنو"۔(القرآن)

تسلسل ذکر کے متعلق ارشاد فرمایا۔ ''پس جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور کروٹ کے بل لیٹے اللہ کا ذکر کرو''۔ (النساء)

اس کی وضاحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمائی۔ ''سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس بھی اللہ کے ذکر کے بغیر جاتا ہے وہ مردہ ہے''۔

کنہ وحقیقت کو پانے کے لئے اس تسلسل پر عمل اور سانس کے ساتھ خفیہ ذکر کو سمجھنا قدرے مشکل ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین ذکر، ذکر خفی ہے''۔

اس طریقے کو اصلاحی جماعت نے سلطان العارفین اور دیگر عارفین کی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا۔ یقیناً یہ طریقہ قابل ستائش اور قبل عمل ہے۔ جس کے مطابق اسم اللہ ذات کے تصور کو سانس کے ساتھ ملایا جاتا ہے وراس نقش کی مرقوم وجودیہ مشق کی جاتی ہے اور تصور سے اسم اللہ کے نقش کو ہر جگہ دیکھا اور سنا جاتا ہے اور اس تصور کے ساتھ سانس پر شدت نہیں صرف کنٹرول کیا جاتا ہے۔

مزید یہ کہ اس طریقہ میں آدمی دنیا میں مصروف رہ کر بھی ذکر میں رہتا ہے یعنی ''دل یار وَل تے ہتھ کار وَل''۔

اسم اللہ ذات اور ذکر و تصور اسم اللہ ذات صحابہ کرامؓ اور اولیائے کاملینؒ کے ارشادات کی روشنی میں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

آپؓ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان اور اپنے اظہار کیلئے انسان کامل کو منتخب فرمایا۔ پورا قرآن مجید (ام الکتاب) سورۃ فاتحہ میں ہے اور فاتحہ بسم اللہ میں اور اسم اللہ انسان کامل کے دل میں جلوہ گر ہے۔ اس لئے انسان کامل تمام صفات وذات کے لئے مجمل اور مفصل ہے۔

آپؓ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔ ''قلم اور انسان کی روح کے درمیان، لوح اور دل کے درمیان، عرش اور جسم انسان کے درمیان' کرسی اور نفس انسان کے درمیان مشابہت ہے ہر ایک ان میں

سے اس کے واسطے آئینہ ہے۔ پس ہر وہ چیز جو قلم میں مجمل ہے وہی انسان کی روح میں مجمل ہے اور ہر وہ چیز جو لوح میں مفصل ہے وہی انسان کے دل میں مفصل ہے اور وہ ہر چیز جو کرسی میں مفصل ہے وہی نفس انسان میں مفصل ہے۔ پس انسان کتاب جامع ہے واسطے تمام کتب الٰہیہ و کونیہ کے۔ اس لئے وہ مجموعہ اشیاء ہے اجمال و تفصیل میں۔ سو جس نے پہچانا ہے اپنے نفس کو پس اس نے پہچان لیا اپنے رب کو۔"

(مراۃ العارفین تصنیف لطیف حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ)

گویا جو شخص اسم اللہ سے اپنا مطالعہ و تحقیق کرتا ہے۔ تمام کلی جزوی اجمالی و تفصیلی علوم اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور وہ معرفت خداوندی حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبندیؒ

حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبندؒ سولہ سال تک لگاتار اسم اللہ ذات دل پر نقش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے ایک روز اس کوشش میں اتنے وارفتہ ہوئے کہ جنگل کی طرف نکل گئے وہاں حضرت خضرؑ سے ملاقات ہو گئی۔ خضرؑ نے فرمایا اے بہاؤالدین کیا کر رہے ہو؟ جواب دیا کہ دل روشن نہیں ہو رہا اس لئے بے حد پریشان ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تصور اسم اللہ ذات کیا کرو عرض کی سولہ سال سے اسی کوشش میں ہوں مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔ خضرؑ نے فرمایا جاؤ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر حاضر ہو کر التجا کرو کام بن جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

خواجہ بہاؤالدین ذکریاؒ جونہی مزار غوث اعظم پر حاضر ہوئے تو بے ساختہ پکار اٹھے:

یا دستگیر عالم دستم مرا بگیر
دستم چناں بگیر کہ گویند دستگیر

ترجمہ:۔ اے جہاں بھر کی دستگیری کرنے والے میری بھی دستگیری فرمائیں جس شان کے آپ دستگیر ہیں۔ اس پر حضور غوث پاک سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک سے باہر نکال کر اسم اللہ ذات کی شکل میں ان کے سامنے کر کے فرمایا۔

اے نقشبند عالم نقشم را بہ بند
نقشم چناں بہ بند کہ گویندت نقشبند

ترجمہ: اے نقشبند عالم میرے والا نقش (اسم اللہ ذات) جما اور ایسا جما کہ رہتی دنیا تک لوگ آپ کو نقشبند کے نام سے یاد کریں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت بہاؤ الدین نقشبندؒ کے دل پر اسم اللہ ذات نقش ہو گیا۔

پیران پیر دستگیر حضرت شیخ محمد عبدالقادر جیلانیؒ

آپ فرماتے ہیں "جب ایک بار دل سے کہا جائے "اللہ" پھر دل میں غیر باقی نہ رہے"۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ جب کسی کے دل میں اسم اللہ ذات آ جاتا ہے تو اس سے دو چیزیں پیدا ہوتیں ہیں ایک نار اور دوسری نور نار سے تمام غیر تصورات و مادی محبتیں جل اٹھتی ہیں اور نور سے دل منور آئینہ بن جاتا ہے۔" (فتح ربانی)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحبؒ

ایک طویل عرصہ تک علم و فضیلت کے حصول اور چلہ و ریاضت میں رہنے کے بعد جب مرشد کامل سے اسم اللہ ذات ملا تو اس نے تمام تر ترتیب کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

سب لکھیا پڑھیا بھلا رہیاں
ہکو نام سجن دا گا رہیاں
لوں لوں تے ساہواں نال
دل لگڑا بے پرواہ واں نال

حضرت بابا بلھے شاہ صاحبؒ

الف اللہ نال دل رتا میرا
مینوں بے دی خبر نہ کائی
ب پڑھیاں مینوں سمجھ نہ آوے
لذت الف دی آئی

علامہ اقبالؒ

آپ نے اپنے کلام میں معرفت وطریقت کی خوب وضاحت فرمائی ہے ساتھ ہی آپ شدت ذوق سے بارگاہ مرشد میں عرض پیش کرتے ہیں۔

نویس اللہ بر لوحِ دلِ من
کہ ہم خود را ہم او را فاش بینم

"یعنی میرے دل کی تختی پر اسم اللہ ذات لکھ اور مجھے بھی اور میرے اندر چھپے ہوئے حق تعالیٰ کے بھید کو آشکارا کر دے"۔

حضرت مولانا رومؒ

فرق است ز آب خضر کہ ظلمات جائے است
تا آب ما کہ منبش اللہ اکبر است

ترجمہ:۔ آب خضر جس کا مقام ظلمات ہے اور ہمارے پانی میں بہت فرق ہے یہاں ہمارے پانی سے مراد اسم اللہ ہے کہ جس کا منبع خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ آب خضر سے بہتر ہے۔

WWW.ALFAQR.NET

حضرت سخی سلطان سید محمد بہادر علی شاہ صاحبؒ

آپؒ چالیس سال کی طویل مدت تک حضور سلطان باھُوؒ کی خدمت میں رہے پھر حضرت سلطان عبدالغفور شاہ صاحبؒ سے اسم اللہ ذات حاصل کیا آپ فرماتے ہیں۔

ب۔ بس بھائی بے وس ناہیں میں نوں پیر دی تس بے وس کیتا
اللہ بس سکھایا جناب میںوں باقی غیر معلوم ہوس کیتا
سرمہ پیر دے پیراں دی خاک پائی مصحف خاص مزار دا مس کیتا
سلطان محمد بہادر شاہؒ جد اکھ تیز ہوئی دیدار خدا دا بس کیتا

جب آپ مرشد کامل کے حکم پر مسند ارشاد پر فائز ہوئے تو آپ اپنے تمام طالبان کو اسم اللہ ذات لکھ کر اس پر سونا لگوا کر عطا فرماتے۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ

فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی بے ریا عبادت سے افضل اور تصور اسم اللہ ذات میں ایک سانس لینا ایک ہزار مسائل فقہ سیکھنے سے افضل ہے۔ (عین الفقر)

تصور اسم اللہ ذات کے بغیر دل سے سیاہی و کدورت و زنگار اور خطراتِ شرک و کفر کی نجاست دور نہیں ہوتی۔ (شمس العارفین)

❁ مشق تصور اسم اللہ ذات سے دل اس طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ بارانِ رحمت سے خشک گھاس اور خشک زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ (شمس العارفین)

❁ تصور اسم اللہ ذات صاحب تصور کے لئے زندگی بھر شیطان اور اس کے چیلوں کے شر سے محفوظ پناہ گاہ بن جاتا ہے۔ (شمس العارفین)